Metaphors Of Transportation in Urdu Literature

اردو ادب میں آمد و رفت کے استعارے

Dr.Mubashar Saeed*[1]
Assistant Professor(V), Department Of Urdu, Superior University, Faisalabad Campus.
Farooq Baig*[2]
Lecturer, Department of Urdu, Riphah International University Faisalabad Campus.

[1]*ڈاکٹر مبشر سعید
اسسٹنٹ پروفیسر (وزٹنگ)، شعبہ اردو، سُپیریر یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس
[2]*فاروق بیگ
لیکچرار، شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد، کیمپس

Correspondance: farooq.baig@riphahfsd.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 14-02-2025
Accepted:25-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: The evolution of transportation has been an integral part of human civilization, beginning with walking and progressing to the use of animals, wheels, and modern vehicles. This article explores the metaphorical representation of transportation in Urdu literature, analyzing how various modes of travel such as horses, camels, boats, bicycles, and automobiles are employed as literary symbols. From classical poetry to modern prose, transportation metaphors reflect themes of journey, struggle, progress, and destiny. By examining the works of renowned poets and writers, this study highlights the cultural and philosophical significance of movement in literature. Through these metaphors, Urdu literature captures the essence of human experiences, aspirations, and transitions across time and space.

KEYWORDS: Urdu literature, transportation metaphors, cultural representation, classical poetry, modern prose, symbolic travel, philosophical themes

حضرت آدم کو زمین پر بھیجے جانے سے لے کر لمحہ موجود تک کا سفر انسانی مختلف ارتقائی مراحل سے گزرا ہے۔ اس وسیع و عریض اور لا محدود کائنات میں محض کرہ ارض کی تخلیق اور اس میں پنہاں راز ابھی تک انسانی دسترس سے باہر ہیں۔ یہ کائنات نا جانے کتنے عناصر کا مجموعہ ہے۔ سائنسدانوں کے مطابق اب تک دریافت شدہ عناصر کی تعداد ۱۱۸ بمطابق جدید جدول (Modern Periodic Table) ہے۔ نسل انسانی جیسے جیسے پھلتی پھولتی گئی ویسے ویسے زندگی گزارنے کے لیے رہائش، خوراک، لباس، حفاظت اور آمد و رفت کے ذرائع خالق کائنات کی جانب سے انسانی زندگی میں متعارف ہوتے گئے۔ زمین و آسمان کے پوشیدہ راز اہل تفکر پر ظاہر ہونے لگے۔

''اللہ ہے جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا کہ اس میں اس کے حکم سے
کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ اس کا فضل تلاش کرو اور اس لیے کہ حق مانو۔
اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں
اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔''[۱]

انسان نے سفر کی ابتدا پیدل چلنے سے کی اس کے پاؤں سفر کے لیے وسیلہ ظفر بنے۔ نقل و حمل انسانی وجود کی بقا کا جزو لازم ہے۔ اولاد آدم اپنی ضروریات کے اصول بابت روز اول سے سفر کر رہی ہے اس ارتقائی عمل میں پیدل چلتے چلتے جانے کب انسان نے آمد و رفت کے لیے جانوروں کا استعمال شروع کر دیا۔ اس ذیل میں ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، گدھا، خچر، بیل قابل ذکر ہیں۔

مال برداری میں سہولت کی خاطر انسان نے پہیہ ایجاد کیا۔ پہیہ تاریخ انسانی کی ابتدائی ایجادات میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آج سے تقریبا ۵۰۰۰ سال قبل اس کی ایجاد ہوئی ۲۰۰۰ قبل مسیح مصریوں نے وہ پہیہ بنایا۔ جو آج کے پہیے سے بہت ملتا جلتا ہے موہن جو داڑو تہذیب جو ۲۶۰۰ قبل مسیح موجود تھی۔ اس کے کھنڈرات سے بیل گاڑی کے آثار ملے ہیں جو اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ذرائع آمد و رفت میں اس وقت پہیہ متعارف ہو چکا تھا۔

پہیے کی ایجاد کے بعد مختلف جانوروں کی مدد سے بار برداری اور سواری کے لیے گڈا، ریڑھا، اور تانگہ گاڑی وغیرہ کا استعمال کیا جانے لگا۔ ہاتھی، اونٹ اور گھوڑا آمد و رفت کے علاوہ عسکری محاذوں پر بھی انسان کے شانہ بشانہ رہے۔ قرآن کریم میں اصحاب فیل کا واقعہ سورہ فیل میں درج ہے اور سورۃ العادیات میں گھوڑے اور انسان کا عسکری محاذوں پر جو ساتھ ہے اس کا ذکر ملتا ہے۔

''قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکالتی ہوئی پھر پتھروں سے آگ
نکالتے سم مار کر۔ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے
ہیں۔ پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔''[۲]

خشکی پر آمد و رفت کا مسئلہ حل کرنے کے بعد انسان آبی گزر گاہوں کو عبور کرنے کے لیے حربے استعمال کرنے لگا۔ لکڑی کی گیلی پر آب بھی سفر کرنے کا آغاز ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام کے ذریعے انسان کو کشتی بنانے کا ہنر سکھایا تاکہ وہ پانیوں پر سفر کر سکے۔(سورۃ ہود آیت نمبر:۳۷)میں اس کا ذکر ملتا ہے زمینی اور آبی گذر گاہوں کے لیے سادہ سواریوں سے جدید موٹر گاڑیوں کا ارتقائی سفر انسان نے بڑی تیزی سے طے کیا اور گھوڑا گاڑی، بیل گاڑی، گدھا گاڑی سے موٹر گاڑیوں تک آن پہنچا۔

لکڑیوں کے پھٹوں اور گیلوں سے کشتی سے پھر بحری جہاز اور بڑے بڑے آبی بیڑے جن میں پورا شہر آباد ہو جائے بنا لیے۔ پرندوں کو اڑتا دیکھا تو خود ہوا میں اڑنے کا شوق پروان چڑھا تو ہوائی جہاز بنایا۔ دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہونے لگا ہاتھیوں گھوڑوں پر لڑی جانے والی جنگیں تیز رفتار ہتھیاروں

X-15 ، SR-71 اور YF-12 پر لڑی جانے لگی جن کی رفتار ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ سے بھی زائد ہے۔

نقل و حمل کے لیے ذرائع آمد و رفت جس طرح ضروری ہیں اسی طرح زبان ادب کی کوئی بھی صنف ہو اس میں ان کا ذکر نہ گزیر ہے۔ داستان، افسانہ، ناول ہو یا کوئی صنف شاعری ہو ہر صنف میں کسی نہ کسی طرح بیل گاڑی، گھوڑا گاڑی، گدھا ریڑھی، اونٹ، سائیکل، موٹر سائیکل، موٹر کار، بس، جہاز، ٹرک، کشتی و غیرہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

آمد و رفت کے یہ استعارے کس طرح سے مختلف شعراء و ادبا نے اپنے کلام میں استعمال کیے ہیں ان کا اجمالی جائزہ اس مضمون میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ موضوع ایک ضخیم تحقیقی مقالہ کا متقاضی ہے۔

گھوڑا جیسے کہ پہلے بھی ذکر ہوا زندگی کے ہر محاذ پر انسان کا رفیق کار رہا ہے جیسے سفر و حضر، امن و جنگ، خوشی و غم، پیغام رسانی، مال برداری، سیر و سیاحت۔ اہل ادب کی جانب سے ادب اطفال اور ادب عالیہ میں گھوڑے کو بطور آمد و رفت کا استعارہ پیش کیا گیا۔ ملاحظہ کیجیے۔

حضرت اقبال شکوہ نظم میں لکھتے ہیں:۔

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے (۳)

مجید اپنی نظم میں گھوڑے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

نوید کامرانی لا رہے ہیں ریس کے گھوڑے
مسرت کے ترانے گا رہے ہیں ریس کے گھوڑے (۴)

بچوں کے لیے لکھی گئی نظم ''روٹی'' میں نظیر اکبر آبادی لکھتے ہیں:۔

اسوار ناچے گھوڑے کو کاوہ لگا لگا
گھنگرو کو باندھے پیک بھی پھرتا ہے ناچتا(۵)

الطاف حسین حالی بیان کرتے ہیں:۔

گھوڑے جب کھیت سے بچھڑتے ہیں
جان کے لالے ان کے پڑتے ہیں (۶)

اور ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

گھوڑے کی لی اپنے جہاں تو نے باگ
سامنے ہے تیرے گیا اور پراگ (۷)

گھوڑا سواری کے کام آتا ہے یہ بات ساحر لدھیانوی بچوں کو کچھ اس طرح سمجھا رہے ہیں:۔

گھوڑا بن کر کون چلے گا پیٹھ پہ کون بٹھائے گا
گھوڑا بننا کیا مشکل ہے ہم خود ہی بن جائیں گے (۸)

پروین شاکر اپنی نظم "زود پشیماں" میں کچھ یوں بیان کرتی ہیں:۔

چمکیلے مشکی گھوڑے پر ہوا سے باتیں کرتا
جگر جگر کرتی تلوار سے جنگل کاٹتا آیا (۹)

عادل منصوری حشر گھوڑے کی برق رفتاری کو کچھ ایسے بیان کرتے ہیں:۔

منزل یہیں ہے آم کے پیڑوں کی چھاؤں میں
اے شہسوار گھوڑے سے نیچے اتر کے دیکھ (۱۰)

سیدہ محمد جعفری اپنی نظم '' میں نشے میں ہوں''گھوڑے کی تصویر کچھ یوں کھینچتی ہیں:۔

گھوڑے پہ میں سوار ہوں سنتے ہو پیدلو
مجھ پر سوار نشہ ہے میں اس کے ہوں جلو (۱۱)

نثری ادب میں بھی گھوڑے اور تانگے کا ذکر ملتا ہے جیسے احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:۔

''فیکا کوچوان مجھے اکثر تانگے پر لاتا لے جاتا تھا لیکن ایک دن اس نے تانگا نہیں جوڑا۔''(۱۲)

اردو مزاح نگاری کا معروف نام پطرس بخاری بھی تانگے گھوڑے کی تصویر کشی کس انداز میں کرتے ہیں:۔

''بعض لوگ زیادہ عبرت پکڑنے کے لیے کہیں کہیں ان تختوں کے نیچے دو ایک پہیہ لگا لیتے ہیں اور سامنے دو چھک لگا کر ان میں ایک گھوڑا اٹانگ لیتے ہیں اصلاح میں اس کو تانگہ کہتے ہیں۔'' (۱۳)

ریگستانی علاقوں میں سفر کے لیے موزوں ترین جانور اونٹ شمار کیا جاتا اس کو صحرائی جہاز بھی کہا جاتا ہے۔اپنے چوڑے پیر اور اس کی بناوٹ کے اعتبار سے نرم ریت پر با آسانی سفر کر سکتا ہے اس کی کمر پر کچاوار کھا جاتا ہے یا پھر ریڑھے میں جوت کر مال برداری کا کام لیا جاتا ہے۔

نظیر اکبرابادی کی مشہور نظم 'بنجارہ نامہ' میں اس دنیا کے فانی ہونے اور سفر آخرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ٹک حرص وہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کے نقارا
کیا بدھیا بھینسا بیل شتر کیا گونیں پلا سر بھارا
کیا گہیوں چاول موٹھ مٹر کیا آگ دھواں اور انگارہ (۱۴)

نظم 'اونٹ کی شادی' میں دلاور فگار طنز و مزاح کے انداز میں ذومانیت پیدا کرتے ہوئے اونٹ کے بوجھ اٹھانے کا بتلا رہے ہیں:۔

سمجھ لیا تھا جسے جانور سواری کا
وہ اونٹ بوجھ اٹھائے گا ذمہ داری کا (۱۵)

کشتی، نیا، ناؤ، سفینہ، بیڑی انگریزی میں بوٹ آبی سواری کی قسم ہے جو ندی، نالوں یا دریاؤں کو پار کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ کشتی چلانے والے کو ملاح یا کشتی بان اور کشتی چلانے کو کشتی رانی کہتے ہیں۔ اس کی ایک قسم جو تہ آب چلتی ہے اس کو آبدوز کہتے ہیں ہوائی جہازوں سے پہلے لوگ دوسرے ممالک کا سفر بحری جہازوں کی مدد سے کرتے تھے۔ تجارتی سامان ایک ملک سے دوسرے ملک منتقلی کے لیے موثر اور بہتر ذریعہ آبی گزرگاہیں سمجھی جاتی ہیں۔ زمین بند ممالک (Land Locked Country) اب بھی تجارت کے لیے ایسے ممالک پر انحصار کرتے ہیں۔ جن کی بندرگاہیں ہوتی ہیں جیسے نیپال اور بھوٹان ہندوستان پر انحصار کرتا ہے ایسٹ انڈیا کمپنی برصغیر میں آبی راستے سے آئی تھی۔

احمد فراز کے کلام سے نمونہ دیکھیے:۔

جس طرح طوفاں زدہ کشتی کے ٹکڑوں کو
سمندر ساحلوں پر پھینک دیتا ہے (۱۶)

ساحر لدھیانوی کا خوبصورت شعر ملاحظہ ہو:۔

رواں ہے چھوٹی سی کشتی ہواؤں کے رخ پر
ندی کے ساز پہ ملاح گیت گاتا ہے (۱۷)

ن م راشد کی شاعری کا مطالعہ کریں تو وہ لکھتے ہیں :۔

وہ رود دجلہ کا ساحل
وہ کشتی وہ ملاح کی بند آنکھیں (۱۸)

احمد فراز کشتی کو آمد و رفت کے استعارے کے طور پر کچھ یوں استعمال کرتے ہیں:۔

جس طرح طوفاں زدہ کشتی کے ٹکڑوں کو
سمندر ساحلوں پر پھینک دیتا ہے [۱۹]

علی جواد زیدی کا خوبصورت شعر ملاحظہ ہو:۔

دل سے مصروف ہیں ہر طرح کی قربانی میں
محو ہیں جو تری کشتی کی نگہبانی میں [۲۰]

کلام اقبال میں کشتی، سفینہ بطور استعارہ کی گئی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

کب ڈُوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ ؟
دُنیا ہے تری منتظرِ روزِ مکافات [۲۱]

سفینہ برگ گل بنا لے گا قافلہ مور ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہو گا [۲۲]

رواں ہے سینہ دریا پہ اک سفینہ تیز
ہوا ہے موج سے ملاح جس کا گرم ستیز [۲۳]

رہے گا راوی، نیل، فرات میں کب تک
تیرا سفینہ کہ ہے بحر بیکراں کے لیے [۲۴]

جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش
کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم [۲۵]

۱۸۱۷ بائیسکل موٹر گاڑیوں کی آمد سے کچھ پہلے کی سواری ہے لیکن اس کا استعمال جدت، ندرت اور سہل پسندی عام ہونے کے باوجود ترک نہیں ہوا اس کا استعمال آج بھی کیا جاتا ہے صوفی غلام مصطفی تبسم بچوں کے لیے لکھی گئی نظم "ٹوٹ بٹوٹ کا طوطا" میں لکھتے ہیں:۔

بائیسکل، بس، موٹر لاری
ہر ایک شے کی کرے سواری
یکا، ریہڑا، بمبو کاٹھ
واہ میاں مٹھو تیرے ٹھاٹھ [۲۶]

پطرس بخاری اپنے مضمون مرحوم کی یاد میں سائیکل کا جو نقشہ کھینچتے ہیں اس کے پس پردہ طنز کا عنصر موجود ہے وہ لکھتے ہیں۔

> اس لیے میری ایک تجویز ہے کہ آپ میرا بائیسکل لے لو جو میں آپ کو مفت میں دوں گا لیکن میں نے مفت لینے سے انکار کیا آخر ۴۰ روپے مٹھی میں بند کر کے مرزا کی جیب میں ڈال دیے اور مرزا کو صبح تک سائیکل لازمی روانہ کرنے کا کہہ رہا تھا۔رات کو بستر پر بائیکل پر سیر کرنے کے لیے بہت کچھ سوچتا رہا اور کشمیر کی سیر کرنے کا خیال کر رہا تھا صبح سویرے نوکر نے سائیکل آنے کی اطلاع دی میں خوشی خوشی اسے دیکھنے کے لیے آیا تو یہ نہ ہاں ہی سمجھ پایا کہ یہ کیا ہے نوکر کے بتانے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی سائیکل ہے جو مرزا صاحب نے بھجوائی ہے۔ (۲۷)

۱۹ویں صدی میں جب موٹر انجن ایجاد ہوا تو جہاں نقل و عمل میں سہولت آئی وہیں پر شعر و ادب میں آمد و رفت کے استعاروں کے لیے بھی موٹر گاڑی، موٹر کار، بس، ٹرک، رکشہ، جہاز، ریل گاڑی وغیرہ کا استعمال ہونے لگا سید محمد جعفری ''سوکھی تحریر'' میں لکھتے ہیں:۔

مفت میں کوٹھی ملی موٹر ملی پی اے ملا
جب گیا پکنک پہ باہر ٹور کا ٹی اے ملا (۲۸)

فیض لدھیانوی کی نظم سے شعر دیکھیے:۔

ریل گاڑی ریڈیو موٹر جہاز
اس کی ایجادوں کا قصہ ہے دراز (۲۹)

اسی طرح اقبال کے کلام سے ملاحظہ ہو:۔

کیسی پتے کی بات جگندر نے کل کہی
موٹر ہے ذوالفقار علی خاں کا کیا خموش
میں نے کہا، نہیں ہے یہ موٹر پہ منحصر
ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش (۳۰)

ساحر لدھیانوی لکھتے ہیں:۔

اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا
چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں (۳۱)

رکشہ، ٹیکسی جیسی سواریاں جو عوام آمد و رفت کے لیے استعمال کرتے ہیں ان پر بھی شعراء کی نظر رہی ہے جیسا سرفراز شاہد کی نظم "جشن آزادی" سے ہے:۔

دوستو! یوں جشن آزادی منانا چاہیے؟
رکشا و ٹیکسی کا میٹر تیز ہونا چاہیے (۳۲)

عادل اسیر دہلوی لکھتے ہیں:۔

دیکھو غریب کتنی زحمت اٹھا رہا ہے
گلیوں میں بھیڑ والی رکشہ چلا رہا ہے (۳۳)

شارق کیفی کا شعر ملاحظہ ہو:۔

میں کتنا ڈر جاتا ہوں
جب میری رکشا مڑتی ہے (۳۴)

ریل گاڑی کی ایجاد سے اللہ تعالی کی مخلوق کو دور دراز اور دشوار گزار مسافت میں بڑی سہولت میسر آئی۔ کراچی تا خیبر کا سفر دنوں کی بجائے گھنٹوں میں طے ہونے لگا۔ برصغیر میں انگریز حکمرانوں نے ریل کے پٹڑیوں کا جال بچھا دیا۔ دو متوازی لوہے کی پٹڑیوں پر باری بھرکم دخانی انجن یا باپ سے چلنے والا انجن چلا دیا۔ جو سینکڑوں مسافروں اور منووزنی اشیاء کو بار برداری کا سبب بنا۔ مزید ترقی یافتہ دور آیا تو دخانی انجن کی بجائے ڈیزل انجن اور الیکٹرک انجن نے جگہ لے لی اور مزید ریل گاڑی کی رفتار میں اضافہ ہو گیا۔ ریل گاڑی کو کنٹرول کرنے کے لیے ہر پانچ میل پر ریلوے اسٹیشن تعمیر کیے دریا پر پل اور پہاڑوں میں سرنگیں بنا کر ریل گاڑی کی رکاوٹ ختم کی۔ مسافروں کے لیے آرام دہ ڈبے اور مال برداری کے لیے علیحدہ مال گاڑی ڈبے تشکیل دیے جنکشن ریلوے اسٹیشن سے مختلف اطراف کو ریل گاڑیاں روانہ ہوتی ہیں۔ ہر سٹیشن پر کھڑی ہونے والے گاڑی پیسنجر ٹرین کم رفتار اور دور دراز جانے والی تیز رفتار گاڑیاں چلائی جاتی ہیں۔

۱۸۰۴ میں بھاپ سے چلنے والے انجن سے ریل گاڑی چلائی گئی ریل گاڑی کے لیے لائنیں بچھائی گئیں اور مال برداری اور پھر مسافروں کے لیے آمد و رفت کا ایسا آرام دہ ذریعہ ایجاد ہوا جو اپنی جدت و ندرت کے ساتھ آج بھی استعمال ہو رہا ہے دنیا میں ۴۵۰ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے زیادہ تیز چلنے والی ریل گاڑیاں بنائیں جا چکی ہیں۔

ن م راشد "گماں کا ممکن" میں لکھتے ہیں:۔

مرے ہی متوازی چل رہے ہیں
میں ہر ہوائی جہاز کا آخری بسیرا (۳۵)

احمق پھپھوندوی کے کلام سے یہ شعر دیکھیے:۔

ریل، موٹر، جہاز، طیارے

خود یہ تیار ہم کریں سارے (۳۶)

عادل منصوری حشر لکھتے ہیں:۔

عینک کے نیچے دبے اخبار میں
دو ہوائی جہاز ٹکرا جاتے ہیں (۳۷)

پرندوں کی مانند ہوا میں تیرتے پھرتے ہوائی جہاز دنیا میں آمد و رفت کا تیز ترین ذریعہ شمار کیا جاتا ہے۔ رائٹ برادران نے بیسویں صدی کی اوائل میں جہاز ایجاد کیا تو شعر و ادب میں آمد و رفت کا نیا استعارہ شمار ہوا چند اشعار حضرت اقبال کے ملاحظہ ہوں:۔

جہاز زندگی آدمی رواں ہے یونہی
ابد کے بحر میں پیدا یوہی زماں ہے یونہی (۳۸)

ہوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیارے
مرا جہاز ہے محروم بادباں پھر کیا (۳۹)

مغرب میں ہے جہاز بیاباں شتر کا نام
ترکوں نے کام کچھ نہ لیا اس فلیٹ سے (۴۰)

ہوائیں ان کی فضائیں ان کی، سمندر ان کے جہاز ان کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیوں کر بھنور ہے تقدیر کا بہانہ (۴۱)

کوثر مظہری کا شعر ملاحظہ ہو:۔

جہاز رانوں کو بھی تعجب ہے میرے اس عزم مطمئن پر
کہ آندھیاں چل رہی ہیں تند اور میں اپنی کشتی چلا رہا ہوں
(۴۲)

آصف فروخی لکھتے ہیں:۔

جہاز بندرگاہوں میں کھڑے ہیں
اور گھروں، گوداموں، دکانوں میں (۴۳)

فیض احمد فیض کے کلام سے یہ شعر دیکھیے:۔

آسماں آج اک بحر پر شور ہے

جس میں ہر سو رواں بادلوں کے جہاز [۴۴]

اللہ تعالی نے انسانوں کو اشرف المخلوقات پیدا کیا اور عقل سلیم سے نوازا تا کہ وہ غور و فکر کرے، تدبر کرے، تاریخ انسانی کے ارتقائی سفر پر روشنی ڈالیں تو زندگی کی بقا کے لیے انسان نے ہر ممکنہ ذرائع سے اپنی حفاظت اور خوراک کے حصول کے لیے کوشش جاری رکھی۔ زمین پر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے کھیتی باڑی کی اس کی تہ سے معدنیات نکال لی اور اس میں اللہ کے مقرر راستوں پر طویل مسافتیں طے کیں۔

سورۃ الملک میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:۔

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کر دی تو اس کے راستوں میں چلو
اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اس کی طرف ہی لوٹنا ہے۔'' [۴۵]

سورۃ نوح میں اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:۔

''اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے وسیع راستوں
میں چلو۔'' [۴۶]

سورۃ الانبیاء میں اسی ضمن میں اللہ سبحانہ و تعالی فرماتے ہیں:۔

''اور ہم نے اس میں کشادہ رائیں رکھیں کہ کہیں وہ راہ پائیں۔'' [۴۷]

معاشرہ جیسے جیسے ترقی کرتا ہے ویسے ویسے انسانی ضروریات جنم لیتی ہیں اور ان کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالی انسان کے لیے نئے نئے راستے کھول دیتا ہے نئی ایجادات سے زبان ادب کے دامن میں نہیں اصطلاحات الفاظ اور محاورات راہ بناتے ہیں اسی طرح یہ سلسلہ ابد تک جاری رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔القرآن،الجاثیہ،آیت:۱۳،۱۲

۲۔القرآن،سورۃالعدیت ،آیت:۱تا۵

۳۔اقبال،ڈاکٹر،بانگ درا،لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنزپبلیشر،ص:۱۶۳

۴۔ظریف،شوکت،جعفری،مجید،اردو کے چار مزاحیہ شاعر،مرتبہ:احمد جمال پاشا،لکھنو:مکتبہ دین وادب کچا احاطہ،۱۹۶۵،ص:۱۹۴

۵۔نظیراکبرآبادی ،انتخاب نظیر،مرتبہ:ناصر کاظمی، لاہور:جہانگیر بک ڈپو،۲۰۰۳،ص:۲۶۰

۶۔الطاف حسین حالی ،انتخاب سخن،مرتبہ:ابن کنول،کتابی دنیا ،۲۰۰۸،ص:۳۲

۷۔ایضاًص:۴۱

۸۔ساحرلدھیانوی،کلیات ساحرلدھیانوی،نئی دہلی:فرید بک ڈپو،ص:۱۴۵

۹۔پروین شاکر،ماہ تمام کلیات،دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۸،ص:۱۷

۱۰۔عادل منصوری حشر،صبح درخشاں ہو،الہ آباد:شب خون کتاب گھر،۱۹۹۶،ص:۲۳۶

۱۱۔سیدہ محمد جعفری، تیر نیم کش،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷،ص:۱۶۹

۱۲۔احمد ندیم قاسمی، کپاس کے پھول،لاہور؛مطبوعات،۱۹۸۷،ص:۵۴

۱۳۔احمد شاہ بخاری، پطرس کے مضامین،نئی دہلی:مکتبہ جامعہ،۲۰۱۱،ص:۱۴۷

۱۴۔نظیراکبرآبادی،کلیات نظیر آبادی،لکھنو:کمال پریس بک ڈپو، ۱۹۵۱،ص:۱۴۵

۱۵۔دلاورفگار،خدا جھوٹ نہ بلوائے،کراچی:المسلم پبلشرز،۱۹۸۷،ص:۶۱

۱۶۔احمد فراز،کلیات احمد فراز،نئی دہلی:فرید بک ڈپو،۲۰۱۰،ص: ۶۸۷

۱۷۔ساحرلدھیانوی، کلیات ساحرلدھیانوی،نئی دہلی:فرید بک ڈپو،۱۹۹۵،ص:۲۳۳

۱۸۔ن م راشد،کلیات راشد، دہلی:کتابی دنیا ، ۱۹۵۵،ص:۱۷۰

۱۹۔احمد فراز،کلیات احمد فراز، نئی دہلی:فرید بک ڈپو،۲۰۱۰،ص:۶۸۷

۲۰۔علی جوادزیدی، ہماری قومی شاعری،لکھنو:اترپردیش اردواکیڈمی، ۱۹۵۸،ص:۵۵۸

۲۱۔اقبال،کلیات اقبال،لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۰۰،ص:۴۳۶

۲۲۔ایضاًص:۱۶۷

۲۳۔ایضاًص:۱۲۱

۲۴۔ایضاًص:۳۸۰
۲۵۔علامہ اقبال،کلیات اقبال،دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۱۴،ص:۲۵۵
۲۶۔غلام مصطفی تبسم،صوفی، انجمن،لاہور:مکتبہ جدید،۱۹۶۰ ،ص:۲۶۰
۲۷۔احمد شاہ بخاری، پطرس کے مضامین،نئی دہلی:مکتبہ جامعہ،۲۰۱۱،ص:۱۲۱
۲۸۔سید محمد جعفری،سوکھی تحریر،ملک نورانی مکتبہ دانیال وکٹوریہ چیمبر ،۱۹۸۵،ص:۷۷
۲۹۔فیض لدھیانوی، بچوں کی بہار، لاہور:ریاض بک ڈپو،،۱۹۴۱،ص:۱۲
۳۰۔اقبال،کلیات اقبال،لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۰۰،ص:۲۰۶
۳۱۔ساحر لدھیانوی، کلیات ساحر،دہلی:نازپبلیشنگ ہاؤس،۱۹۹۵ص:۱۵۲
۳۲۔سرفراز شاہد،ڈش انٹینا،اسلام آباد:دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۰،ص:۱۹۹
۳۳۔عادل اسیر دہلوی، پیارے پیارے،دہلی:ملک بک ڈپو،۲۰۰۳،ص:۴
۳۴۔شارق کیفی، کھڑکی تو میں نے کھول ہی لی،دہلی:ریختہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۸،ص:۱۴۷
۳۵۔ن م راشد،کلیات راشد، دہلی:کتابی دنیا، ۱۹۵۵،ص:۵۳۳
۳۶۔احمق پھپھوندی،نقش حکمت،دہلی:،مکتبہ برہان، ۱۹۴۴،ص:۸۵
۳۷۔عادل منصوری حشر،صبح درخشاں ہو،الہ آباد:شب خون کتاب گھر،۱۹۹۶،ص:۳۵
۳۸۔علامہ اقبال،کلیات اقبال،لاہور: اقبال اکادمی، ص:۱۲۱
۳۹۔ایضاًص:۲۴۸
۴۰۔ایضاًص:۳۱۸
۴۱۔ایضاًص:۴۵۹
۴۲۔کوثر مظہری، انتخاب کلام جمیل مظہری،دہلی:ساہتیہ اکیڈمی، ۲۰۱۱،ص:۱۲۱
۴۳۔آصف فروخی، "AN EVENING OF CAGED BEASTS"،آمینہ سید
آکسفورڈ ڈکشنری، ۱۹۹۹،ص:۱۱۰
۴۴۔فیض احمد فیض،نقش ہائے وفا،نئی دہلی:ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس،۲۰۰۹،ص:۶۲۵
۴۵۔القرآن،سورۃ الملک،آیت:۱۵
۴۶۔القرآن،سورۃ نوح،آیت:۱۹،۲۰
۴۷۔القرآن،سورۃ الانبیاء،آیت:۳۱